بِسمِ اللّٰهِ الرَّ حمٰنِ الرَّ حِیم نَحمَدُہٗ وَنُصَلِّی عَلٰی رَسُولِہِ الکَرِیم وَعَلٰی عَبدِ ہِ المَسِیح المَوعَود

ایک تکلیف دہ خبر

"یٰاَیُّھَا الَّذِینَ اٰمَنُوا استَعِینُوا بِالصَّبرِ وَالصَّلوٰۃِ اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الصّٰبِرِینَ" (البقرہ:۱۵۴)

اے ایماندارو! صبر اور دُعا کے ذریعہ مدد مانگو۔ اللہ یقیناً صابروں کیساتھ ہے

خاکسار سیاسیات میں ایم اے کرنے کیلئے اوائل ۱۹۸۱ء میں پنجاب یونیورسٹی لاہور میں داخل ہوا تھا۔ میں نے اپنا بچپن ربوہ کے نزدیک ایک ڈاور نامی گاؤں میں گزارا اور میرے نوجوانی کے آیام ربوہ میں بسر ہوئے تھے۔ میں سوائے ایک مختصر عرصہ کراچی میں رہنے کے ملک کے کسی دوسرے بڑے شہر میں نہیں گیا تھا۔ لہٰذا لاہور شہر میرے لیے اجنبی تھا اور میں اس کیلئے اجنبی۔ یونیورسٹی میں داخلے کے بعد میرے لیے رہائش کا مسئلہ پیدا ہوا۔ شروع میں یونیورسٹی کی رہائش گاہوں (Hostels) میں جگہ نہیں تھی لہٰذا بہ امرِ مجبوری میں نے اپنے ایک دوست کی مہربانی سے چند ماہ گورنمنٹ ایف سی کالج کے ہوسٹل میں گزارے۔ یہ ہوسٹل نہر کے کنارے واقع تھا۔ یہاں سے صبح نیو کیمپس (new camps) جانے کیلئے بعض اوقات کسی موٹر سائیکل والے سے لفٹ مل جاتی تھی اور بعض اوقات بذریعہ ویگن (wagon) جانا پڑتا تھا۔ بعدازاں مجھے پتہ چلا کہ نیو کیمپس کے نزدیک جماعت احمدیہ نے اپنے طلباء کی سہولت کیلئے نیو مسلم ٹاؤن ۱۳۴ اے (134A) میں دارالحمد کے نام سے ایک ہوسٹل بنایا ہوا ہے۔ یہاں رہائش حاصل کرنے کیلئے کسی بھی احمدی طالبعلم کو اپنی درخواست فارم اپنے علاقہ کی جماعت کے صدر سے تصدیق کروانی ہوتی تھی۔ ربوہ کے طلباء کو اپنی درخواستیں صدر عمومی ربوہ سے تصدیق (attest) کروانی پڑتی تھیں۔ اِن دنوں ربوہ کے صدر عمومی جناب حکیم خورشید احمد صاحب تھے۔ میں نے بھی اپنی درخواست صدر عمومی سے تصدیق کروا کر ناظم (Superintendent) ہوسٹل چوہدری غلام رسول صاحب کے حوالے کردی۔ اِتفاقاً اِن دِنوں ہوسٹل میں ایک ملازم کا کمرہ (servant quarter) خالی تھا۔ مکرم چوہدری صاحب نے خاکسار سے کہا کہ چونکہ اس وقت ہوسٹل میں کوئی کمرہ خالی نہیں ہے لہٰذا آپ فی الحال سرونٹ کوارٹر میں رہائش اختیار کرلیں۔ بعد میں جب کوئی کمرہ خالی ہوگیا تو پھر اُس میں شفٹ ہوجانا۔ یہ سرونٹ کوارٹر ہوسٹل کے باورچی امداد حسین عرف بولا کے کمرے کیساتھ تھا۔ خاکسار موسم گرما کی تعطیلات کے بعد گورنمنٹ ایف سی کالج کے ہوسٹل سے دارالحمد کے سرونٹ کوارٹر میں منتقل ہوگیا۔ انہی دِنوں ایک اور نوجوان جس کا نام منور احمد قمر اور وہ فزکس کا طالب علم تھا بھی ہوسٹل میں داخل ہوا۔ منور احمد قمر کا تعلق ضلع جہلم کے گاؤں محمود آباد سے تھا۔ وہ نہایت مخلص اور پیدائشی احمدی تھا۔ وہ شریف النفس، متقی اور صالح نوجوان تھا۔ چند دِنوں کے بعد مجھے پتہ چلا کہ منور صاحب کو تبلیغِ احمدیت کا جنون ہے۔ جو غیر احمدی بھی اُس کے ہتھے چڑھ جاتا تو وہ اُسے خوب تبلیغ کرتا۔

بعض اوقات مہینہ کے آخر میں ویک اینڈ (week end) پر میں اپنے گھر ربوہ آتا تھا۔ منور احمد قمر کے رشتہ دار بھی ربوہ میں تھے۔ وہ بھی کبھی کبھار ربوہ آجاتا تھا۔ بروز اتوار جب ہم احمدی طلباء لاہور کیلئے بس میں سوار ہوتے تو گروپ میں بعض اوقات منور احمد قمر بھی شامل ہوتا تھا۔ بس میں سوار ہوتے ہی منور صاحب اپنے تبلیغی کام میں جُت جاتے۔ فریق مخالف کیساتھ بھی لوگ مل جاتے اور اس طرح گرما گرم بحث شروع ہوجاتی۔ بعض اوقات بحث اتنی دِلچسپ ہوجاتی کہ بس کا ڈرائیور ٹیپ ریکارڈ بند کردیتا اور پوری بس ہمہ تن گوش ہوجاتی۔ دونوں اطراف سے دلائل جاری رہتے حتیٰ کہ بس کا سفر ختم ہوجاتا لیکن بحث ختم نہ ہوتی۔ دارالحمد میں میرے غیر احمدی دوست مجھے ملنے کیلئے آتے رہتے تھے۔ جب بھی میرا کوئی غیر احمدی دوست آتا تو میرے ملنے سے پہلے منور صاحب اُسے تبلیغ کیلئے گھیر لیتے۔ میرے یہ کلاس فیلو ہاسٹل میں چونکہ میرے مہمان ہوتے تھے لہٰذا انہیں بعض اوقات نہ چاہتے ہوئے بھی منور صاحب کا لیکچر سننا پڑتا تھا۔ میرے ایک قریبی دوست اور کلاس فیلو سید یٰسین شاہ بخاری تھے۔ آجکل وہ سیاسیات کے پروفیسر ہیں اور غالباً گورنمنٹ مرے کالج سیالکوٹ میں تعینات ہیں۔ وہ نیو کیمپس کے ہوسٹل میں رہتے تھے۔ میں بھی اُسکے پاس اکثر جاتا تھا اور وہ بھی اکثر میرے پاس آتے رہتے تھے۔ دوسری طرف دارالحمد میں منور صاحب اپنی عادت سے مجبور۔ اِدھر شاہ صاحب دارالحمد میں داخل ہوتے تو اُدھر ساتھ ہی منور صاحب کا وفاتِ مسیح کا لیکچر شروع ہوجاتا۔ ایک دن ہم تینوں کمرہ میں بیٹھے ہوئے تھے۔ منور صاحب کا تبلیغی لیکچر زور شور سے جاری تھا۔ لیکچر ختم ہونے کے بعد شاہ صاحب نے منور صاحب سے مخاطب ہوکر فرمایا کہ منور میں تیری تبلیغ سے احمدی نہیں ہونے لگا۔ ہاں یہ ہوسکتا ہے کہ جنبہ صاحب کے رویے اور عمل کو دیکھ کر میں کبھی احمدی ہوجاؤں۔

خاکسار کا رویہ اور نقطہ نظر منور صاحب سے ذرا مختلف تھا۔ میرے خیال میں اِنسان کو زیادہ سے زیادہ اپنا محاسبہ کرنا چاہیے۔ اپنے آپ کو باعمل بنانا چاہیے۔ انسان کو چاہیے کہ وہ جس نظریہ پر بھی قائم ہوا ُسے اِس نظریہ کی زیادہ سے زیادہ خوبیاں اپنے عمل میں ڈھال لینی چاہیے۔ ایسا انسان پھر زبانی تبلیغ کرے نہ کرے اُس کا نیک رویہ اور نیک عمل ہی مؤثر تبلیغ

ہوتا ہے۔ بہرحال ہم دونوں بہت اچھے دوست تھے۔ ہمارا ہوسٹل میں بہت اچھا وقت گزرا۔ وہ ہمارے قائد بھی تھے۔ ہم دونوں میں اگر کوئی فرق تھا تو یہی کہ منور صاحب کٹر مذہبی تھے جبکہ خاکسار انسانیت کو ہی بڑا مذہب گردانتا تھا۔ ستمبر ۱۹۸۳ء میں ہم دونوں اپنے امتحانات سے فارغ ہوئے تھے۔ امتحان کے بعد وسط دسمبر ۱۹۸۳ء دارالحمد ہی میں خاکسار کے ساتھ وہ عظیم الشان روحانی واقعہ پیش آیا جس کا مفصل ذکر میں نے اپنی کتاب غلام مسیح الزماں میں کیا ہے۔ بعد ازاں منور صاحب اپنے گاؤں چلے گئے اور انہوں نے لیکچررشپ (Lecturership) جائن کر لی اور میں ۳۱ جنوری ۱۹۸۴ء کے دن ایک خوبصورت اور عظیم الشان الٰہی پیغام نیکی خدا ہے لے کر واپس ربوہ آ گیا۔ میں نے قریباً ڈیڑھ سال کے عرصہ میں الٰہی راہنمائی میں ''Virtue is God'' کا الٰہی نظریہ لکھا۔ ہماری دونوں کی آخری ملاقات میرے جرمنی آنے سے چند ہفتے پہلے ربوہ میں ہوئی تھی۔ اس کے بعد ہمارے رابطے منقطع ہو گئے۔

جون ۲۰۰۴ء میں خاکسار نے احمدی ڈاٹ آرگ Ahmedi.org ویب سائٹ پر پروفیسر منور احمد ملک صاحب کا ایک مضمون بعنوان "From Darkness in to Light" پڑھا جس میں انہوں نے احمدیت چھوڑ کر اسلام قبول کرنے کیساتھ ساتھ جماعت میں چندہ کے نام پر مال اکٹھا کرنے کی روئیداد بیان کی تھی۔ جب کہ اِنکا دوسرا مضمون ''جماعت احمدیہ میں بڑھتی ہوئی تعداد'' سے متعلق تھا۔ میں یہ دونوں مضامین پڑھ کر بہت حیران ہوا اور سوچ میں پڑ گیا کہ کیا یہ پروفیسر منور احمد ملک وہی ''ہوسٹل دارالحمد'' والا منور احمد قمر ہے؟ اپنے مضمون میں جماعتی چندہ کی جو تفصیل اُس نے بیان کی وہ تو بالکل درست تھی۔ اسی طرح ''جماعت احمدیہ میں بڑھتی ہوئی تعداد'' سے متعلق جو اعداد و شمار اُس نے پیش کیے وہ بھی درست ہی تھے کیونکہ میں جانتا تھا کہ منور احمد قمر جھوٹ بولنے والا نہیں ہے۔ لیکن مجھے حیرانی اس بات کی تھی کہ آخر منور احمد قمر کیساتھ ایسا کیا معاملہ ہوا جس نے ایسے جیالے احمدی کو احمدیت چھوڑنے پر مجبور کر دیا؟ چند ماہ کے بعد مورخہ ۳ دسمبر ۲۰۰۴ء کو میں نے پروفیسر منور احمد ملک کو گورنمنٹ کالج آف جہلم کے پتہ پر ایک مختصر سا خط لکھا اور اُس سے یہ پوچھنے کی جسارت کی کہ کیا آپ دارالحمد والے منور احمد قمر ہیں؟ اس وقت پروفیسر صاحب اس کالج میں نہیں پڑھاتے تھے لیکن خوش قسمتی سے انہیں میرا یہ خط گھومتے گھماتے سرور شہید (نشان حیدر) گورنمنٹ کالج گجر خان میں مل گیا۔ پروفیسر صاحب نے میرے خط کے جواب میں ایک مفصل اور محبت بھرا جوابی خط لکھا اور مجھے بتایا کہ میں دارالحمد والا وہی سابقہ منور احمد قمر ہوں لیکن خط میں اُس نے اپنے احمدیت چھوڑنے کا کوئی ذکر نہ کیا۔ بعد ازاں ۲۷ دسمبر ۲۰۰۴ء کو میں نے پھر منور صاحب کو ایک مفصل خط لکھا اور ساتھ ہی اپنی اس خواہش کا بھی اظہار کیا کہ وہ خاکسار کو اپنی تبدیلی عقیدہ کی وجہ بتائے؟ لیکن منور صاحب نے میرے اس خط کا جواب نہ دیا۔ انہوں نے میرے خط کا جواب کیوں نہ دیا؟ میں یہ سوچ کر خاموش ہو گیا! ؎ کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے۔؟

اب سوال یہ ہے کہ ایک ایسے مخلص جیالے اور پیدائش در پیدائش احمدی جس کو جنون کی حد تک تبلیغِ احمدیت کا شوق تھا اور وہ جو نظام جماعت میں ترقی کرتے کرتے بالآخر نائب امیر جماعت احمدیہ ضلع جہلم تک پہنچ گیا اُس کا احمدیت کو ترک کر دینا کیا یہ افرادِ جماعت کیلئے ایک لمحہ فکریہ نہیں ہے؟؟؟

یاد رہے ''احمدیت'' جس کی تخم ریزی حضرت مرزا غلام احمدؑ نے کی تھی وہ صرف ۱۹۱۴ء تک قائم رہی۔ بعد ازاں اسکی جگہ محمودیت نے لے لی جس کا احمدیت سے کوئی دُور کا بھی واسطہ نہیں ہے۔ ایک عام احمدی کو دراصل اس حقیقت کا ادراک ہی نہیں کہ وہ احمدیت کے نام پر محمودیت کے جال میں پھنسا ہوا ہے۔ اگر احمدیت اسلام کی تجدید تھی تو محمودیت یہودیت کا چربہ ہے۔ ایک متقی، صاحب علم اور دلیر احمدی محمودیت میں رہ ہی نہیں سکتا۔ یا تو وہ خود ہی اِسے چھوڑ دے گا اور یا پھر کسی سچی بات کہنے کی پاداش میں اُسے نکال دیا جائے گا۔ منور احمد قمر ایک سچا اور دلیر انسان تھا۔ میرا خیال ہے اُس نے بھی کوئی سچی بات کہہ دی ہوگی جو نظام جماعت کو بُری لگی ہوگی۔ پھر نظام نے اُس پر دباؤ ڈالا ہوگا کہ معذرت کرو۔ منور احمد قمر نے صاف کہہ دیا ہوگا کہ میں نے سچی بات کہی ہے۔ میں اس پر معذرت کیوں کروں؟ پھر نظام نے اُس کو اخراج کی دھمکی دی ہوگی۔ لیکن اُس نے جواب میں کہہ دیا ہوگا کہ تم نے مجھے کیا خارج کرنا ہے؟ میں خود ہی اس نظام اور جماعت کو چھوڑتا ہوں۔ وغیرہ ؎ ہم نے تو قتیلؔ اِس سا منافق نہیں دیکھا ۔ جو ظلم تو سہتا ہے بغاوت نہیں کرتا

اگر کسی احمدی دوست نے منور صاحب کے یہ دونوں مضامین پڑھنے ہوں تو وہ درج ذیل ایڈریس پر وزٹ (visit) کریں۔ یہ دونوں مضامین انگریزی میں ہیں۔

www.alhafeez.org/rashid/

(1) 5 Million Baith in 1999 - Myth and Reality - Part 1 Part 11 By Prof.Munawwer Ahmad

(2) Why I left the jamaat? - By.Prof.Munawwer Ahmad

اب جنوری ۲۰۰۸ء میں ایک دفعہ میں نے تحریک ختم نبوت www.Khatm-e-nubuwwat.org ویب سائٹ کو وزٹ کیا۔ اس ویب سائٹ کے اُردو حصہ میں آڈیو سیکشن کے ''آڈیو بیانات'' (Audio Bayans) کے ذیل میں بہت سارے لوگوں کے آڈیو خطابات تھے۔ اِن میں آدھ گھنٹے کا ایک اُردو خطاب جناب پروفیسر منور احمد ملک

صاحب کا بھی ہے جس کا عنوان تھا ''قادیانیوں کی آبادی''۔ اگر کوئی احمدی دوست اس خطاب کو سننا چاہے تو وہ مندرجہ بالا ایڈریس پر سن سکتا ہے۔ منور صاحب نے اپنے آڈیو بیان میں جماعتی تعداد کے متعلق جو اعداد و شمار پیش کیے ہیں وہ یقیناً درست ہونگے کیونکہ میں سمجھتا ہوں کہ جماعتی تعداد کے متعلق جناب خلیفہ رابع صاحب نے جو دعاوی کیے تھے وہ سب مبالغہ آمیز اور عہدیداروں کی غلط رپورٹوں پر مبنی تھے۔ منور نے اپنے آڈیو بیان میں یہ جو کہا ہے کہ میں نے دورانِ تعلیم بانئے سلسلہ احمدیہ کے بارہ (۱۲) کے قریب کتابچے پڑھے تھے لیکن مجھے اِن کتابچوں میں کوئی علمیت نظر نہ آئی بلکہ اِن میں محض اِختلافی مسائل کا ہی بار بار ذکر کیا گیا تھا۔ مزید وہ فرماتے ہیں کہ اِن کتابچوں کو پڑھ کر میرا ایمان کمزور ہونے لگا اور میں نے اس ڈر سے کہ میں کہیں احمدیت سے ہی دُور نہ ہو جاؤں اِن کتابچوں کو پڑھنا چھوڑ دیا۔ میں یہاں یہ عرض کرتا چلوں کہ شاید اسکی وجہ یہ ہوگی کہ منور احمد قمر صاحب صرف پیدائشی احمدی تھا اور اُنہیں حضرت بانئے سلسلہ احمدیہ کی سچائی کا کوئی ذاتی تجربہ نہیں ہوا ہوگا۔ اس میں شک نہیں کہ وہ ایک سچا اور دیانتدار احمدی تھا لیکن بہر حال تھا وہ صرف پیدائشی احمدی بالکل اسی طرح جس طرح عالم اسلام کی اکثریت پیدائشی مسلمان ہے۔ تبھی جب اُسے کسی خاندانی خلیفے یا نظام کی طرف سے کوئی ٹھیس پہنچی تو وہ ردِعمل میں بہت دور نکل گیا اور اپنے ساتھ ڈیڑھ درجن کے قریب اور احمدیوں کو بھی لے گیا۔ اُس نے بانئے سلسلہ احمدیہ کی کتب اور آپؑ کے دعاوی پر بھی اعتراضات شروع کر دیئے۔ میں مانتا ہوں کہ جب کسی سچے انسان کے اعتماد کو ٹھیس پہنچتی ہے تو اُسے بہت تکلیف ہوتی ہے۔ لیکن میں سمجھتا ہوں کہ ایسی حالت میں بھی انسان صبر کا دامن نہ چھوڑے اور انتہا پسند بننے سے گریز کرے۔ یہ درست ہے کہ ایسے لمحات میں اللہ تعالیٰ کی مدد کے بغیر اپنے جذبات پر قابو پانا مشکل ہوتا ہے لیکن اگر اللہ تعالیٰ اس کی توفیق بخش دیوے تو یہی وہ لمحات ہوتے ہیں جہاں انسانیت تکمیل پاتی ہے اور خدا تعالیٰ ایک تجلّی کیساتھ اِنسان پر ظاہر ہوتا ہے۔

خاکسار نے بھی یونیورسٹی کی تعلیم کے بعد روحانی خزائن کی تیئیس (۲۳) جلدیں جو کہ بانئے سلسلہ احمدیہ کی کم و بیش پچاسی (۸۵) کتب اور رسالوں پر مشتمل ہیں پڑھیں تھیں۔ میں یہ بتا دینا بھی ضروری سمجھتا ہوں کہ میں نے اِن پچاسی (۸۵) کتب اور رسائل کی صرف ورق گردانی نہیں کی تھی بلکہ ایک محقق اور متلاشی حق کی حیثیت سے بڑے غور و فکر کیساتھ اِن کا مطالعہ کیا تھا۔ خاکسار اس بات کا بانگ دُہل اعلان کرتا ہے کہ امت محمدیہ میں آج تک حضرت بانئے سلسلہ احمدیہ ایسی قد آور روحانی شخصیت نہ پہلے پیدا ہوئی ہے اور نہ شاید بعد میں قیامت تک پیدا ہو۔ اِن کتب کو پڑھنے کے بعد میرے ایمان میں کوئی کمی واقع نہیں ہوئی بلکہ میرے اندر یہ احساس شدت سے پیدا ہوا کہ کاش میں یہ روحانی خزائن بہت پہلے پڑھ لیتا۔ ممکن ہے منور کی طرح میرے ایمان میں کمی نہ واقع ہونے کی وجہ شاید یہ بھی ہو کہ میں اب صرف پیدائشی احمدی نہیں تھا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مجھے حضرت بانئے سلسلہ احمدیہ کی سچائی کے نشانات میرے وجود میں دکھا دیئے تھے اور آپؑ کی دعا کی برکت سے ''دار الحمد'' میں ہی جب میں تیس (۳۰) سال کا ہونے لگا تو میرے ساتھ مکالمہ ومخاطبہ الٰہیہ کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ اس مکالمہ ومخاطبہ کے نتیجے میں خاکسار کلیتہً دنیا کو چھوڑ کر دین کی طرف راغب ہو گیا یا کر دیا گیا۔ اس سے پہلے اگرچہ میں الحمدللہ پیدائشی مسلمان تھا اور احمدی بھی لیکن اس کے باوجود نہ حقیقت اسلام مجھ پر عیاں تھی اور نہ ہی حق تعالیٰ کا عرفان۔ اب اگر میں کہوں کہ حضرت بانئے سلسلہ احمدیہ کی پیروی اور آپؑ کی دعا کی تاثیر کے نتیجہ میں نہ صرف مجھ پر حقیقت اسلام ظاہر ہوئی بلکہ اللہ تعالیٰ نے اپنا خوبصورت چہرہ بھی مجھے دکھایا تو یہ غلط نہ ہوگا۔ جو شخص بھی میرے رسائل اور مضامین کو بغور و فکر پڑھے گا تو یہ حقیقت اُس پر عیاں ہو جائے گی۔ جاننا چاہیے کہ الہامی پیشگوئی ''مصلح موعود'' ہمیں یہ پیغام دیتی ہے کہ بانئے سلسلہ احمدیہ کی رحلت کے بعد آپ کی قائم کردہ جماعت بھی اُسی طرح بگڑے گی جس طرح اُمت محمدیہ سمیت پہلی اُمتیں بگڑ چکی ہیں۔ آپ کی جماعت پر کچھ دنیا دار لوگ کتوں کی طرح مسلط ہو جائیں گے اور وہ ظاہر یہ کریں گے کہ وہ خدا کے بنائے ہوئے خلیفے ہیں جب کہ حقیقت اسکے برعکس ہوگی۔ وہ اپنے مذموم مقاصد کی خاطر بڑی ہوشیاری اور سوچے سمجھے منصوبہ (scheme) کے تحت افراد جماعت احمدیہ کو ملتِ اسلامیہ سے دور کر کے احمدیوں اور غیر احمدیوں میں دشمنی ڈال دیں گے۔ ایک غیر اسلامی نظام کیساتھ ایک نام نہاد موروثی خلافت کا طریقہ کار وضع کر کے ایک ہی خاندان سے خلیفے بناتے چلے جائیں گے اور مذہب کے نام پر خوب دنیا کمائیں گے۔ اُنکا طرزِ عمل یہ ہوگا کہ وہ اللہ تعالیٰ اور اُسکے رسول ﷺ کے نام پر آزادی ضمیر ایسے بنیادی حقوق چھین کر افرادِ جماعت کو گونگے، بہرے اور اندھے بنا دیں گے۔ جماعت کی حالت اس طرح بنا دیں گے کہ وہ ایک سچے اور متقی احمدی کیلئے قید خانہ بن جائے گی۔ وہ بیچارہ نہ پائے رفتن نہ جائے ماندن کے مصداق نہ اس میں رہ سکے گا اور نہ ہی اِسے چھوڑ سکے گا۔ منافقوں کی بات اور ہے۔ کیا آج افرادِ جماعت کی یہی حالت نہیں؟ یقیناً یہی ہے۔ خاکسار ایسے سچے مخلص اور مجبور احمدیوں سے درخواست کرے گا کہ وہ اس حالت سے گھبرائیں نہیں کیونکہ اُنہیں ''اَسیروں کو رُستگاری دِلانے والے'' کا وعدہ بھی دیا گیا ہے۔ جب ایک روحانی جماعت ''قید خانہ'' میں بدل دی گئی ہے تو پھر اُس ''اَسیروں کو رُستگاری دِلانے والے'' کا وعدہ جھوٹا کیونکر ہو سکتا ہے؟ وہ مصلح موعود لازماً آئے گا جو آپ سب کو محمودی ظلم اور دجل سے نجات دلائے گا۔ یاد رہے کہ ہر وہ نظام جس کی بنیاد جبر پر رکھی گئی ہو اور جو ہمیں آزادی ضمیر سے محروم کرے غیر اسلامی نظام ہوگا اور ہر احمدی کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ اپنے بنیادی حقوق کی بازیابی کیلئے ایسے ظالم، غیر اسلامی اور جبری نظام کے خلاف علمِ بغاوت بلند کرتے ہوئے اس پر تین حرف بھیج دے۔ آخر میں خاکسار ہر پیدائشی احمدی بشمول منور احمد قمر صاحب کو یہ نصیحت کرتا ہے کہ آپ اِن نام نہاد خدائی خلیفوں کی غلط بیانیوں اور نظام کے ظلموں سے تنگ آ کر احمدیت سے دور نہ جاؤ بلکہ اِن ظالموں کے چنگل سے حضرت بانئے سلسلہ

احمدیہ اور آپکے حقیقی پیروکاروں کو چھڑانے میں میری مدد کرو۔ ؎ ہر طرف آواز دینا ہے ہمارا کام آج جسکی فطرت نیک ہے وہ آئے گا انجام کار

خاکسار

عبدالغفار جنبہ۔ کیل جرمنی

مورخہ ۱۹/ مارچ ۲۰۰۸ء

☆☆☆☆☆☆☆